چند دن
مسجدِ اقصیٰ کی فضاؤں میں

رفیقِ محترم مولانا شیر علی شاہ صاحب استاذ دارالعلوم نے بلادِ اسلامیہ کی سیاحت اور زیارتِ حرمین سے واپسی پر قارئین الحق کی نشاطِ طبع کی خاطر اپنے مشاہدات قلمبند فرمانے کا فیصلہ کیا ہے۔ سقوطِ بیت المقدس کے جانگسل سانحہ فاجعہ کی بنا پر آج کی فرصت میں حضرت فاروقِ اعظم و صلاح الدین ایوبی رح کی امانت قبلہ اول بیت المقدس کے متعلق جنگ سے چند دن قبل کے مشاہدات و تاثرات کا حصہ پیش کر رہے ہیں۔ مضمون میں جگہ جگہ عرب بھائیوں کے دینی انحطاط، مادیت پرستی، دنیا طلبی اور ان کے یورپی تہذیب میں سرتاپا ڈوبے جانے کی جھلکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان ہی خرمستیوں کی وجہ سے بالآخر ملتِ اسلامیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگنا تھا اور لگ چکا۔ فاعتبروا ــــ ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم۔ کاش نصیحت پکڑنے والے قوموں کے عروج و زوال اور قانونِ مکافاتِ عمل کے اس واضح سبق سے نصیحت پکڑیں ــــ مولانا شیر علی شاہ صاحب کے لکھے ہوئے مسلمانوں کے مآثر و شعائر کے حالات پڑھنے سے زخم ہرے ہو جائیں گے مگر جب تک ملتِ مسلمہ خود بدل کر اپنی تقدیر نہیں بدلے گی، اجڑے ہوئے خزاں رسیدہ گلشنوں کی داستان سرائی اور اپنے حرماں نصیبوں کے ماتم پر اکتفا کرنا ہی ہوگا۔ اور آگے کا معاملہ خود ہمارے اندرونی انقلاب پر منحصر ہوگا

خزاں رسید و گلستاں بآں جمال نماند
سماعِ بلبلِ شوریدہ رفتہ حال نماند
نشانِ لالہ دریں باغ از کہ مے پرسی
بروکہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

قارئین عراق و ایران اور اردن سے متعلق مشاہدات کی بقیہ اقساط اگلی فرصتوں میں ملاحظہ فرماتے رہیں گے۔

وحدثتني يا سعد عنها فزدتني ‏ ‏ ‏ جنونا فزدني من حديثك يا سعد

— س ح —

ہماری بس جب عیزریہ گاؤں کے پاس پہنچی، تو میرے ساتھ سیٹ پر بیٹھے ہوئے عرب ساتھی نے کہا، وہ سامنے عزیر علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس گاؤں کو قریۂ عیزریہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ یہاں سے اب

بیت المقدس دو کیلو میٹر رہ گیا ہے، اور بتایا کہ وہ سامنے جانب جنوب کی پہاڑی کے دامن میں جو سڑک نظر آرہی ہے۔ یہ بیت اللحم اور قریہ خلیل کو جانے والا راستہ ہے۔ بیت اللحم میں کنیسۃ المہد ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور قریہ خلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی ازواج مطہرات و دیگر بے شمار پیغمبروں کی قبریں ہیں۔ اور وہ سامنے بورڈ جو سڑک کے موڑ پر نظر آرہا ہے۔ اس پر اَلْمُكَبِّرُ (تکبیر پڑھنے کی جگہ) لکھا ہوا ہے۔ سنہ ۱۵ھ میں جب خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو عبیدہؓ کی درخواست پر مدینہ منورہ سے لشکر لے کر بیت المقدس کو فتح کرنے کی نیت سے نکلے تھے۔ جب وہ یہاں پہنچے اور مسجد اقصیٰ، مسجد صخرہ کی مقدس عمارتوں پر ان کی نگاہیں پڑیں۔ تو انہوں نے فرط محبت اور وفور شوق کے عالم میں بے اختیار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا مجاہدین نے اپنے امیر کے نعرہ پر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے ان کے فلک شگاف نعروں کی گونج سے یروشلم میں رہنے والے مسیحیوں اور یہودیوں کے دل لرز اٹھے۔ اس موڑ پر واقع بستی کا نام مُكَبِّرِيَّه ہے۔ مکبریہ سے اوپر کا وہ پہاڑ جس پر سرو کے درخت نظر آرہے ہیں یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ ہماری بس جب پہاڑوں کے پیچ در پیچ سلسلوں سے نکلی، تو سامنے بیت المقدس کا پرشکوہ اور باعظمت شہر نظر آیا۔ مسجد اقصیٰ کے سفید جاذب نظر گنبد نے دلوں کو اپنی طرف کھینچا، مسجد صخرہ کی حسین و جمیل عمارت پر سنہری گنبد ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ایک بہت بڑا نیلم سورج کی شعاعوں کے اثرات سے جھلمل جھلمل کر رہا ہے۔ حرم قدس کی قلعہ نما سنگین اور مضبوط چار دیواری، فلک بوس منارے دور سے دیکھنے والے کے دیدہ و دل میں اپنی قدامت و قدامت کا نقشہ اتار رہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان مقامات میں کتنی بے پناہ رعنائی اور لامحدود جاذبیت ودیعت کر رکھی ہے۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد مبارک کا شہر ہے۔ اسکی پہلی آبادی جنات کے ہاتھوں سے کرائی گئی تھی۔ بیت المقدس کے چاروں طرف پہاڑوں اور وادیوں میں زیتون، انجیر، انگور، سرو سے قدرتی پیداشدہ زمردی رنگ نے یہاں کے نشیب و فراز کو بہت ہی دلکش بنا دیا ہے۔ یہ تو اس شہر کی ظاہری دلکشی کا سامان ہے۔ اس بقعہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جو معنوی اور روحانی دل آویزی پیدا کی ہے۔ اس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لیجئے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا	پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے (حضرت
مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى	محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو معراج کی رات مکہ مکرمہ کی
الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا	مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا جس کے

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ ماحول کو ہم نے مبارک بنا دیا ہے، تاکہ ہم اپنے پیارے بندے کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک، اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اب ہماری بس جبل زیتون کے دامن میں جا رہی ہے۔ زیتون کی یہ پہاڑی مسجد اقصیٰ کے بالمقابل جانب مشرق کو ہے۔ اس پہاڑی کی چوٹی پر وہ مبارک جگہ ہے۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام رات کو عبادت کے لئے جایا کرتے تھے۔ دن کو تو مسجد اقصیٰ مسجد صخرہ میں تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہتے۔ اور اسی جگہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھایا۔ آیت کریمہ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ۔ کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ توجیہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار مبارک پہاڑوں پر قسم کھائی ہے۔ تین دمشق کی ایک پہاڑی ہے، یا یہاں ایک پہاڑی ہے، جہاں داؤد علیہ السلام پر تورات اتاری گئی۔ اور زیتون تو یہ سامنے والی پہاڑی ہے، یہاں عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری گئی۔ طور سینین صحرائے سینا کی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تورات دی۔ بلد امین مکہ مکرمہ کو کہتے ہیں۔ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا کچھ حصہ یہاں اتارا گیا۔

سامنے وادی میں حضرت مریم علیہا السلام کا روضہ ہے۔ مَوْقِفُ الْبَاصَاتِ (بسوں کا اڈہ) یہاں سے چار پانچ فرلانگ دور ہے۔ بس سے اتر کر باب العمود کے راستہ سے زاویہ افغانیہ کی طرف روانہ ہوا۔ کافی پوچھ گچھ کے بعد زاویہ تک پہنچا۔ یہاں مسافر خانوں کو زاویہ اور تکیہ کہتے ہیں۔ یہاں کئی زاویے ہیں۔ زاویۃ الاتراک، زاویۃ المغاربۃ، زاویۃ الفرس، زاویۃ الھنود وغیرہ اب تک موجود ہیں۔ شیخ عبداللہ افغانی متولی زاویہ افغانیہ سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہاں کے تمام کمرے افغانیوں سے بھرے ہوئے ہیں، جو خشکی کے راستے افغانستان سے حج کے ارادہ پر آئے ہیں۔ اور یہاں مقامات مقدسہ کی زیارت کی خاطر چند دن قیام پذیر رہیں گے۔ چونکہ یہ زاویہ مسجد اقصیٰ کے بہت قریب ہے اس لئے مجھے راستہ میں بعض دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ وہاں جگہ کی تلاش مفید ہوگی۔ مجبوراً زاویہ ہندیہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں ہند و پاکستان سے آئے ہوئے متعدد زائرین حجاز ملے۔ ان کی ملاقات سے خوشی ہوئی۔ ان میں اکثریت آسام سے آنے والے حاجیوں کی ہے۔ اکثر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت ہیں۔ ان کے ایک بہت بڑے عالم مولانا ابوالقاسم صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ کے شاگرد ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں طحاوی شریف اور دیگر کتابیں ان سے پڑھی ہیں۔ اپنے ایک تم سالک

ساتھی سے ملنے سے جو خوشی حاصل ہوئی اندازِ بیان سے باہر ہے۔ یہ زاویہ مریم نامی عورت کے تصرف میں ہے۔ پہلے یہاں ہند و پاکستان کے مسافر مفت رہائش کیا کرتے تھے۔ اب مسافروں سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔ اس میں دو قسم کے کمرے ہیں اگر اپنے بستر کو فرش زمین پر ڈال کر رہنا چاہیں تو ایک شلن (پانچ گرش) چارج ہوگا۔ اور اگر زاویہ کی چارپائی اور بستر استعمال کریں تو تین شلن (پندرہ گرش) دینا ہوگا۔ یہاں کا شلن پاکستانی روپیہ سے معمولی زیادہ ہے۔ پاکستانی سو روپیہ کے نوٹ پر اسّی۔ بیاسی ۸۲ شلن ملتے ہیں۔ یہاں نوٹ دینار کے استعمال ہوتے ہیں۔ ایک دینار میں ۲۰ شلن ہوتے ہیں۔ نصف دینار میں دس اور ربع دینار میں پانچ۔ ربع دینار سے کم کا نوٹ نہیں۔ یہاں کے نوٹوں پر یہاں کے بادشاہ ملک حسین کے فوٹو ہیں۔ وضو کر کے اپنے ساتھیوں کی معیت میں مسجدِ اقصیٰ کی طرف بے تابانہ روانہ ہوئے۔ یہ ساتھی مجھ سے ایک دن پہلے یہاں پہنچے تھے۔ راستوں سے واقف تھے۔

مسجدِ اقصیٰ چھت پوش اور مسقف راستوں سے ہوتے ہوتے باب المتوضّئة الغوانمة اور باب الرّحمٰن کے راستہ سے حرم تک پہنچے۔ مسجدِ اقصیٰ پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کیں۔ پروردگارِ عالم کا شکریہ ادا کیا۔ کہ اس نے اس بے بال و پر کو بے سر و سامانی کے عالم میں اس مبارک مقام تک رسائی کی سعادت بخشی۔ مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ صخرہ دونوں کا صحن اور میدان تقریباً پانچ فرلانگ لمبا اور تین فرلانگ چوڑا ہوگا۔ اور مسجدِ اقصیٰ کا کمرہ ۱۴۰ قدم لمبا اور سو قدم چوڑا ہوگا۔ اس کے اندر سنگِ مرمر کے بے شمار طویل و عریض ستون ہیں۔ اور ہر ایک ستون ایک ہی پتھر سے بنایا گیا ہے۔ محراب میں مختلف رنگوں کے رنگین سنگِ مرمر کے باریک ستون نصب ہیں۔ اس محراب کے بائیں کرنے میں سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی کی آیت کریمہ قدیم زمانہ کی کتابت و رسم الخط میں دلچسپی رکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کراتی ہے۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی
المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا

محراب کی دائیں طرف زیتون کی لکڑی سے بنایا ہوا ایک طویل منبر ہے۔ جس پر قدیم طرز کی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ اس پر لکھی ہوئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منبر مجاہدِ اعظم قطب العصر نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ نے حلب (واقع شام) سے بھجوایا ہے۔ اس منبر پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امر بعملہ العبد الفقیر الی رحمتہ۔ الشاکر لنعمتہ۔ المجاہد فی سبیلہ المرابط لاعداء دینہ الملک العادل نور الدین۔ رکن الاسلام والمسلمین منصف المظلومین

من الظالمین ابوالقاسم محمود بن زنگی۔ (بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ منبر بندہ ناچیز کی خواہش پر بنایا گیا جو خدا کی رحمت کا محتاج اور اسکی نعمتوں کا سپاس گزار ہے۔ جو اللہ کی راہ میں مجاہد اور دین خداوندی کے دشمنوں کے مقابلہ کیلئے پابرکاب ہے۔ بادشاہ عادل نوراللہ ہے جو مرکز اسلام والمسلمین (مظلوموں کا حامی) ابوالقاسم محمد بن زنگی کا بیٹا ہے۔)

منبر کے دوسری جانب صنعۃ سلیمان بن معالی۔ عمل حمید بن ظافر الحلبی۔ درج ہے۔ محمود بن زنگی کا لقب نورالدین زنگی ہے۔ یہ منبر بہت پرانے زمانے کا ہے۔ مگر اب تک نیا محسوس ہوتا ہے۔ اس مسجد میں حنفی اور شافعی مسلک کے ائمہ نماز پڑھاتے ہیں ـــــ اب عصر کی نماز میں کافی وقت ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ زمین دوز مسجد اقصیٰ کی زیارت کروں (جو ایک تہ خانہ کی صورت میں ہے۔)

اس مسجد میں سیڑھیوں کے ذریعہ سے اترا جو اوپر کی مسجد اقصیٰ کے برآمدے سے باہر جانب مشرق کو ہیں۔ اس کا یہ دروازہ خاص اوقات میں کھلتا ہے۔ خوش قسمتی سے میں جب اترا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور کچھ زائرین اس تہ خانہ والی مسجد میں گھوم رہے تھے۔ یہ نیچے والی مسجد اپنی قدامت کے اعتبار سے بہت ہی متبرک ہے۔ یہ آبادی جنات کے ہاتھوں کی بنائی جاتی ہے۔ درحقیقت یہ بات قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان دیواروں میں لگائے ہوئے چار چار گز لمبے چوڑے بھاری پتھر جنات ہی کے اٹھائے لگتے ہیں۔ اور یہ موٹے موٹے ستون جنکی موٹائی پندرہ فٹ اور لمبائی پچیس فٹ سے زیادہ ہوگی۔ ان قوی ہیکلوں کا ہی کام ہے، جبکہ اتنے وزنی پتھروں کے نقل و حمل اور نصب کے لئے موجودہ مشینی دور کے دیوہیکل آلات ناپید تھے۔ یہ خیال اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ ستون بھی ایسے فولادی پہاڑوں کے منتخب کئے گئے ہیں جو ہزاروں سال گذر جانے کے باوجود اب تک جوں کے توں صحیح سلامت اور محفوظ کھڑے ہیں۔ اس زمین دوز مسجد اقصیٰ میں زکریا علیہ السلام کا وہ محراب قابل دید ہے جسکا رخ مسجد صخرہ کی طرف ہے یعنی جانب شمال کو۔ اس وقت قبلہ یہی تھا۔ اب تو قبلہ بیت اللہ ہے۔ جو جانب جنوب کو ہے۔ یہ محراب مسجد صخرہ کے بالمقابل ہے۔ آگے چل کر حجرۂ مریم دیکھا، جہاں مریم علیہا السلام عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔ زائرین یہاں دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں ـــــ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ الآیۃ میں اسی محراب کی طرف اشارہ ہے ـــــ اس مبارک زمین کو سجدہ گاہ بنا کر اسے اپنی جبین نیاز سے بار بار چومیئے ـــــ کبھی اس پر زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام۔ مریم علیہا السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام اور بیشمار پیغمبروں کی مقدس نورانی

جبینوں نے سجدے کئے ہیں۔ یہاں انکی ہدایت بھری آوازیں گونجی ہیں۔ ان دیواروں نے ان کے مقدس چہرے دیکھے ہیں۔ عمران کی بیوی (حنہ بنت فاقوذہ) نے اس مسجد ہی کی خدمت کے لئے اپنی بیٹی مریم کو وقف کیا تھا۔ اس قدیم عمارت کی عظمت و رفعت کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مؤذن کی اذان اس عظیم عمارت میں گونجی۔ لاؤڈ سپیکر کا ایک ہارن اس میں نصب کیا گیا ہے۔ بہت پیاری اور مؤثر اذان ہے۔ عمان ریڈیو سٹیشن یہاں کی پنج وقتہ اذانوں کو نشر کرتا ہے۔ اذان ختم ہونے کے متصل ہی بعد پولیس نے آواز دی کہ دروازہ بند ہو رہا ہے۔ دیکھا تو میں صرف اکیلا رہ گیا تھا اور دیگر زائرین نکل چکے تھے۔ فوراً دوڑا سیڑھیوں پر چڑھ کر باہر نکلا۔ نماز عصر با جماعت ادا کرلی۔ یہ میری پہلی نماز ہے جسکو مسجد اقصیٰ میں ادا کیا۔ یہاں یہ بات میرے لئے اتنی تعجب خیز اور نئی نہیں ہے کہ یہاں کا امام بھی ریش تراشیدہ ہے۔ کیونکہ میں نے بغداد اور عمان کی کئی مساجد میں بے ریش کوٹ پتلون پہنے ہوئے ائمہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ جس چیز نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈالدیا ہے وہ یہاں نمازیوں کی قلیل تعداد ہے۔ عصر کی نماز میں چالیس پینتالیس تک نمازیوں کا شامل ہونا قابل صد حسرت ہے۔ ان میں بھی اکثریت باہر سے آنے والے مسافروں کی ہے۔ میرا مفروضہ تھا کہ یہاں نمازیوں کی اچھی خاصی جماعت ہوگی۔ مگر معاملہ برعکس ثابت ہوا۔ بیت المقدس جیسے عظیم شہر میں جہاں لاکھوں مسلمان بستے ہیں۔ ان میں درجن بھر نفوس کی شرکت یہاں کے مسلمانوں کے دینی انحطاط اور اسلام سے بے رغبتی کا بیّن ثبوت ہے۔ حالانکہ تمام روئے زمین پر یہ مسجد تیسرے نمبر پر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور مسجد نبوی میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی طرح اس مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا اجر و ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدُ الْحَرَامِ وَمَسْجِدُ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا

اوکما قال علیہ السلام۔ صرف تین مسجدوں کو بہ نیت ثواب حاصل کرنے کے لئے رخت سفر باندھنا چاہئے۔ مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد نبویؐ۔ یہ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں کی بنی ہوئی مسجد ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ قبلہ ان کے زمانے سے پیشتر کا قبلہ ہے۔ مگر انہوں نے اسکی بنیاد دوبارہ کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ اس لئے ان کے ناموں پر یہ قبلہ مشہور ہے۔ زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ کا قبلہ رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے صدہا انبیاء کرام اور ان کے ہزاروں صحابہ اور تبعین نے اس مسجد میں نمازیں پڑھی ہیں۔ اور ابتداء میں سید الانبیاء تاجدار مدینہؐ کا قبلہ رہا ہے۔ اور اس وجہ سے حضور اکرمؐ کو جامع القبلتین اور نبی القبلتین کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ معراج کی رات انہوں نے انبیاء کرام کی متفقہ درخواست

پھر اس مسجد میں امامت فرمائی تھی، اور یہاں سے سبع سموات (سات آسمانوں) پر تشریف لے گئے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کی آیت اس مسجد کی فضیلت کی گواہی دے رہی ہے۔ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ کا جملہ اس مسجد کے ماحول کی برکت بیان کر رہا ہے۔ کہ ہم نے نہ صرف مسجد اقصیٰ کی محدود چار دیواری کو مشرف بنایا۔ بلکہ اس کے گرد و پیش سارے علاقہ میں برکت نازل کی ہے۔ اس کو مسجد اقصیٰ کہنے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اسکی سرزمین تمام آلائشوں سے دور ہے۔ اسکی شان بہت اونچی ہے۔ یہ تو طہارت و قداست کا مرکز ہے۔ کہتے ہیں کہ آسمان سے فرشتے یا بیت اللہ شریف پر نازل ہوتے ہیں، یا یہاں پر۔ اور پھر ان دو مقامات سے اکناف عالم میں پھیلتے ہیں۔ گویا فرشتوں کے صعود و نزول (چڑھنے اور اترنے) کے صرف یہی دو راستے ہیں۔ حضورؐ بھی اسی راستے سے معراج کی رات آسمانوں کو تشریف لے گئے۔ کیونکہ اس وقت قبلہ یہی تھا۔

مسجد صخرہ نماز عصر سے فراغت کے بعد مسجد صخرہ کی طرف روانہ ہوا۔ جو مسجد اقصیٰ کے جانب شمال کو تقریباً ۲۵۰ قدم دور دس فٹ اونچی سطح پر واقع ہے۔ یہ مسجد مثمن (ہشت کونہ) شکل میں ایک گول بلند عمارت ہے۔ جسکی بلندی اندازاً دس فٹ ہوگی۔ اس کا ہر ایک کونہ بیس قدم ہے گویا تمام عمارت کی گولائی (لپیٹ) ۱۶۰ گز ہے۔ صخرہ عربی زبان میں بڑے پتھر کو کہتے ہیں۔ اس مسجد کے درمیان میں زرد رنگ کی ایک بہت بڑی چٹان ہے۔ اس لئے اسکو مسجد صخرہ کہتے ہیں۔ جانب قبلہ یعنی جنوب کی طرف اس چٹان کے نیچے اترنے کی سیڑھیاں ہیں۔ لوگ نیچے اتر کر نوافل پڑھتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہاں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل پڑھے ہیں۔ اس پتھر کے نیچے کشادہ جگہ ہے۔ جس میں بیک وقت پچاس تک آدمی بخوبی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ پتھر آسمان و زمین میں معلق تھا۔ رفتہ رفتہ زمین کی طرف قریب ہوتا گیا اور اب زمین پر ہے۔ عوام اس پتھر کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تخت رب العالمین ہے۔ عیسائی مرد و زن اس پتھر کو اس لئے عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قدم رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو اس وقت یہ پتھر دشمنان اسلام کی بے حرمتیوں کا شکار تھا اور گرد وغیرہ کے ڈھیر اس پر پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسکو صاف ستھرا کرنے کا حکم دیا اور اسکو پانی سے دھویا۔ پھر اس پتھر کے بالائی حصہ پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی۔ اس پتھر کے درمیان ڈھائی فٹ چوڑا گول سوراخ ہے۔ لوگوں میں مشہور ہے۔ کہ حضورؐ جب یہاں تشریف لائے تو اس پتھر نے حضورؐ کو اھلاً و سھلاً اور مرحبا کے کلمات کہے اور ان پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا۔ پھر حضورؐ اس سوراخ سے گزر کر آسمانوں پر تشریف

ے گئے۔ اس پتھر پر پانچ چھ انچ مربع کالے رنگ کا ایک نشان ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب حضورؐ معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے جا رہے تھے، تو اس پتھر نے حضورؐ کی رفاقت کی خواہش ظاہر کی۔ حضورؐ نے اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی کہ تو میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ یہ نشان حضورؐ کے ہاتھ رکھنے کا ہے۔ (اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست ہیں۔) ایک عرب عالم سے میں نے ان امور کے بارے میں پوچھا۔ اس نے جواب میں کہا: هٰكَذَا يَقُولُ النَّاسُ وَاللهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَلَمْ يَنْقُلْ مِنَ النَّبِيِّ الْمَعْصُوْمِ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئٌ۔ وَكَلَامُ النَّاسِ كَثِيْرٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کے حقائق پر علم رکھتا ہے۔ حضورؐ سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں۔ لوگوں کی روایات متعدد و مختلف ہیں۔)

اس صخرہ (چٹان) کے نیچے چاروں طرف لمبے لمبے شیشے لگائے گئے ہیں۔ تاکہ لوگ اس پتھر سے تبرک کی نیت سے ٹکڑے جدا نہ کریں۔ نچلی سطح سے یہ پتھر کسی جگہ آٹھ فٹ اور کسی جگہ چار پانچ فٹ اونچا ہے۔ اس میں وہ محراب ہیں، جن پر نشانات لگائے گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ صخرہ کے بالائی حصہ کے جانب جنوب و مغرب ایک چھوٹا سا منارہ ہے۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے۔ اس مسجد میں جو شاندار قالین بچھے ہیں، وہ حکومت پاکستان نے بھیجے ہیں۔ مسجد صخرہ کے چار بڑے دروازے ہیں۔ باب القبلہ۔ باب الجنۃ۔ باب الشرقی۔ باب الغربی — باب الغربی تو تمام دن کھلا رہتا ہے۔ باب القبلہ نمازوں کے وقت کھلتا ہے۔ باب الشرقی اور باب الجنۃ (جو شمال کی طرف ہے) ہمیشہ کے لئے بند رہتے ہیں۔ باب الجنۃ کے متصل تین گز لمبی اور ایک گز اونچی دیوار میں سات محراب بنائے گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہاں سات صحابہ نے نماز پڑھی ہے۔ "باب الغربی" کے قریب دیوار پر یہ عبارت درج ہے:

> تم تجديد عمارة مسجد الصخرة المشرفة فى عهد الراجى من الله التوفيق الحسين بن طلال ملك المملكة الاردنية الهاشمية فى الثامن والعشرين من شهر ربيع الاول سنة ۱۳۸۴ھ الموافق للسادس من آب سنة ۱۹۶۴م۔
>
> ترجمہ: مسجد صخرہ کی عمارت کی تجدید و مرمت (اللہ تعالیٰ سے توفیق کے طلبگار و امیدوار) شاہ حسین کے دور مملکت میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ تاریخ تکمیل ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۶ آب (اگست) ۱۹۶۴ء۔

مسجد صخرہ کے باہر ایک وسیع چبوترہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ یہاں سلیمان علیہ السلام فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ اس چبوترے کے ایک ستون میں شگاف پڑ گئے ہیں۔ یہودیوں نے لڑائی کے دوران

مسجد صخرہ کے گرانے کے لئے میں مسجد کو توپ کا نشانہ بنایا تھا۔ مگر حفاظت ایزدی نے اس کو محفوظ رکھا۔ یہ گولے اس ستون کے قریب گرے۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ کے بیرونی فرشوں کی مرمت تیزی سے جاری ہے۔ مسجد اقصیٰ کی چھت کو بھی لینٹر کرنیکا کام جاری ہے۔

حرم قدس حرم قدس ایک بہت ہی وسیع میدان کا نام ہے۔ اسکی لمبائی ۲۰۰ گز اور چوڑائی ۶۰ گز تقریباً ہے۔ حرم میں جا بجا زیتون، سرو اور نارنج کے درخت ہیں۔ اس حرم کے چودہ دروازے ہیں۔ ان دروازوں کے مختلف نام ہیں۔ باب السلام، باب الرحمۃ، باب الرسل، باب الحبس، باب القطانین، باب الغوانمہ، باب المغاربہ، باب السلاسل، باب السدنۃ الحمراء ــــــ ان دروازوں میں بعض دروازے مقفل ہیں۔ جانب شمال صرف دو دروازے کھلے رہتے ہیں۔ اسطرف فوج رہتی ہے ــ جو دروازے ان کے تصرف میں ہیں وہ بند رہتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

مغرب و عشاء کی نماز پڑھ کر میں نے زاویہ ہندیہ کا رخ کیا۔ راستہ میں ایک نوجوان طالب العلم سے ملاقات ہوئی۔ اس طالب العلم نے اپنا نام عبدالفتاح سلیمان بتایا۔ عرب اپنے نام کے ساتھ والد کے نام کا ذکر جزو لاینفک سمجھتے ہیں۔ لازماً ہر عرب اپنے نام کے ساتھ اپنے والد کا نام ذکر کرتا ہے۔ یہ طالب العلم اربد کا رہنے والا ہے۔ اور یہاں المعہد العلمی الاسلامی میں مذہبی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

صرف دو مذہبی مدرسے تمام حکومت اردن میں صرف دو مذہبی مدرسے ہیں۔ ایک یہ مدرسہ جو حرم کی آغوش میں جانب مغرب کو ہے۔ اور دوسرا مدرسہ نابلس میں ہے۔ نابلس یہاں سے ۵۰ کیلومیٹر دور وہ شہر ہے۔ جہاں یعقوب علیہ السلام رہتے تھے۔ اور عام روایات کے مطابق یہاں پر ہی بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا۔

چونکہ دروازے بند ہونے والے تھے۔ اس لئے اس طالب العلم کے ساتھ مزید گفتگو نہ ہو سکی۔ رات کو خوب برف باری ہوئی۔ صبح کی نماز کے لئے جب مسجد اقصیٰ کیطرف روانہ ہوا تو غضب کی سردی محسوس ہوئی۔ نماز پڑھ کر کچھ تلاوت کی۔ سورج طلوع ہونے کے بعد مغربی جانب کے ایک ہوٹل میں چائے نوشی کے لئے گیا۔ جہاں کافی مقامی عرب بیٹھے ہوئے حقہ نوشی اور گپ شپ میں مصروف تھے۔ یہاں حقہ نوشی کا بہت زیادہ رواج ہے۔ واپسی پر معہد علمی کے دیکھنے کے لئے گیا۔ اساتذہ اور طلبہ حاضر ہو گئے تھے۔ تمام اساتذہ اور طلبہ بڑی محبت سے پیش آئے۔ مدیر المعہد نے دفتر میں بٹھا کر چائے پلائی اور پاکستان کے بارے میں دریافت کیا کہ وہاں عربی مدارس ہیں یا نہیں۔ اور لوگوں میں مذہبی علوم اور عربی زبان سیکھنے کا شوق کیسا ہے۔ میں نے ان کو اس بارہ میں پوری تفصیل بیان کی، اور کہا

کہ معہد علمی جیسے مدارس تو پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں موجود ہیں۔ یہاں تو صرف معدودے چند کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ پاکستان کے مدارس میں تفسیر و حدیث، فقہ، اصول، صرف، نحو، منطق، فلسفہ وغیرہ تمام علوم بالاستیعاب پڑھائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ایسے مدارس بھی موجود ہیں جن میں چار چار سو طلباء پڑھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر مدارس دارالعلوم دیوبند سے بالواسطہ وابستہ ہیں۔ دارالعلوم دیوبند ہند میں ایک قدیم عظیم علمی دارالعلوم ہے جس کی نظیر تمام عالم اسلامی میں موجود نہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ مدارس اہلیہ ہیں حکومتیہ نہیں۔ یعنی قوم کے مصارف سے چلتے ہیں اور ان میں سے کئی ایک مدارس کے سالانہ مصارف کا تخمینہ لاکھوں تک پہنچتا ہے۔ خود ہمارے دارالعلوم حقانیہ کا سالانہ بجٹ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سے زائد ہے۔ اساتذۂ معہد متحیر ہوتے اور کہنے لگے کہ اب تک ہمارا یہ خیال تھا کہ ہند و پاکستان میں کوئی مذہبی مدرسہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں جتنے پاکستانیوں کو ہم نے دیکھا ہے۔ وہ صرف انگریزی میں بات کر سکتے ہیں۔ عربی نہیں جانتے۔ پھر پوچھنے لگے کہ آپ نے لغت عربی عرب ممالک میں رہ کر سیکھی ہے۔ یا پاکستان کے کسی عربی مدرسہ میں۔ میں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ جو پاکستان کا ایک ممتاز علمی ادارہ ہے۔ وہاں میں نے تعلیم پائی ہے۔ اور وہاں عربی لغت کسی حد تک سیکھی ہے۔ میں نے ان کو پاکستانی مدارس کے نصاب، طرز تعلیم، اساتذہ کی قابلیت، اکابرین دیوبند کی بعض تصانیف کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بڑی حسرت سے کہا کہ یہاں محقق اور متصلب علماء ناپید ہو گئے ہیں۔ جن سے ہم علمی تشنگی بجھائیں۔ حکومت ہمارے علوم کی تخریب میں کوشاں ہے۔ کہنے لگے کہ یہاں صرف بیت المقدس میں ایک سو سے زائد مدرسے مسیحیوں کے ہیں جن میں ہمارے مسلمانوں کے بچے بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور تمام اردن میں مسیحی مدارس کی تعداد تقریباً تین سو کے لگ بھگ ہے۔ اب موجودہ عرب ظاہری اور مادی ترقیات کے درپے ہیں۔ ان میں رنگینی ہی رنگینی رہ گئی ہے۔ علوم دینیہ سے متنفر اور باطن کے کورے اور مادیت کے دلدادہ رہ گئے ہیں۔ سر تا قدم یورپی تمدن اور طرز معاشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ایسی مقدس زمین میں جہاں ایک زمانہ میں ہزاروں دینی مدارس تھے۔ اب یہاں صرف ایک مدرسہ (وہ بھی نامکمل) رہ گیا ہے۔ ایسے پاک خطہ میں جہاں کے ہر گوشہ میں دور قدیم کے اولوالعزم پیغمبروں کے خدوخال اب تک موجود ہیں۔ جن سے قرآنی تاریخ کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ عیسائیوں کے ان تعلیمی اداروں کی بہتات مسلمانوں کی حمیت و غیرت کو للکار رہی ہے۔ باطل مذہب والے تو اپنے فاسد عقائد کی نشر و اشاعت میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ اور مسلمان قوم۔ پھر وہ مسلمان عرب۔ جن کے آباء و اجداد نے اسلام کی روشنی چاردانگ عالم میں پھیلائی۔ ان کی موجودہ نسل دشمنان اسلام کے فنون تہذیب سیکھنے میں مصروف ہے۔ یا للعجب۔

والمشتکیٰ الی المسلمین ــــ

— معہد علمی کے اساتذہ سے رخصت لیکر بطل حریت حضرت مولانا محمد علی جوہر کی قبر دیکھنے کے لئے گیا یہ قبر ایک بند کمرے میں ہے۔ جو مسجد صخرہ کے بالمقابل جانب مغرب کو ہے۔ کتبہ پر یہ عبارت لکھی گئی ہے :

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
ضريح المجاهد العظيم مولانا محمد علي الهندي تغمده الله برحمته
توفي بلندن في التعنبه من شعبان ودفن بالقدس الجمعة الخامس
من رمضان سنة تسع واربعين وثلاثمائة والف .

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی جان و مال کے بدلے جنت دے گا۔ یہ مجاہد عظیم مولانا محمد علی ہندیؒ کی قبر ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے) پندرہ شعبان کو لندن میں وفات پاتے اور جمعہ کے دن پانچ رمضان ۱۳۴۹ھ کو قدس میں دفن کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت و سیاست کے اس علمبردار کو کتنا بلند مقام عطا فرمایا۔ تحریری و تقریری جہاد کرتے کرتے دار الکفار لندن میں جاں بحق ہوئے اور آخری آرامگاہ بیت المقدس کے نورانی خطہ میں نصیب ہوئی۔ زہے سعادت۔ اقبال مرحومؒ نے مولانا جوہرؒ کے بارے میں کہا تھا۔ ؎

سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گذشت۔

مولانا جوہرؒ کی قبر کے قریب شریف حسین والی حجاز کی قبر بھی ہے۔

المتحف الاسلامی المعرم اسلامی عجائب گھر کے دیکھنے کے لئے گیا جس میں مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ کی بہت سی قدیم چیزیں موجود ہیں۔ جنات کے زمانے کے شہتیر، کڑیاں، ستون، دیواروں میں جڑے ہوئے سنگ مرمر کے کتبے۔ قرآن مجید کے قلمی نسخے۔ مجمرے (خوشبو سلگانے کی انگیٹھی) تمائم۔ اعلام، منبر پوش۔ پرانے سکے۔ عہد قدیم کے آلات حرب، جنگی لباس و دیگر نادر و نایاب متبرک اشیاء موجود ہیں، جن کے دیکھنے سے صدیوں پہلے اسلامی دنیا کی تہذیب و تمدن آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید کا ایک نسخہ موجود ہے۔ جو ہرنی کی کھال پر لکھا گیا ہے۔ انتہائی خوش خط اور جاذب نظر ہے۔ اس پر یہ عبارت لکھی گئی ہے :

النصف الاخير من القرآن الكريم مكتوب على رق غزال بخط كوفي جميل
وكتب على هامشه كتبه محمد بن الحسين ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ :- قرآن مجید کا آخری نصف جو ہرنی کی کھال پر خوبصورت کوفی خط سے لکھا گیا ہے

اس کے سرورق پر مکتوب ہے۔ کہ محمد کے ہاتھ لکھا گیا ہے۔ محمد حسنؓ کا بیٹا ہے۔ اور حسنؓ حسینؓ کا اور حسینؓ فاطمۃ الزہراؓ کا بیٹا ہے۔

یہاں ایک نسخہ وہ بھی ہے، جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ یہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ان کے امر سے لکھا گیا تھا۔ ۷۲۵ھ کا ایک نسخہ دیکھا جو زعفران اور سنہری سیاہی سے ہرن کی کھال پر لکھا گیا ہے۔ اس پر یہ لکھا ہوا ہے:

اوقف هذه الربعة الشريفة على المسجد الاقصى المبارك عبد الله على امير المسلمين ابن امير المسلمين ابي سعيد عثمان ابن امير المسلمين ابي يوسف يعقوب بن عبد الحق ملك المغرب ۷۲۵ھ۔

قرآن مجید کا یہ چوتھا حصہ عبداللہ علی نے ۷۲۵ھ میں مسجد اقصیٰ کے لئے بطور وقف بھیجا ہے۔

ایک پرانے کتبے پر یہ کلمات بہت پسند آئے:

روى الحسن عن ابي الحسن عن جد الحسن ان احسن الحسن الخلق الحسن قال علىؓ عز من قنع وذل من طمع۔

پھر سے کے ایک ٹکڑے پر یہ آیت لکھی گئی ہے:

من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله ـــــ السلطان مصطفےٰ خان ابن السلطان الغازی عبد الحميد خان۔

ایک کتبہ پر لکھا ہوا ہے:

قال عليه السلام صخرة بيت المقدس من صخور الجنة صدق رسول اللهؐ۔

ایک کتبہ پر مکتوب ہے:

قال عليه السلام من اراد ان ينظر الى بقعة من بقع الجنة فلينظر الى بيت المقدس۔

یہاں پرانے زمانے کی موم بتیاں دیکھیں جو لمبے چوڑے ستونوں کی طرح ہیں۔ ایک موم بتی کی موٹائی تین فٹ اور لمبائی سات فٹ ہے۔ ــــــــــ (باقی آئندہ)

دیرینہ، پیچیدہ، جسمانی، روحانی امراض کے خاص معالج

جمال شفاخانہ رجسٹرڈ صدر بازار نوشہرہ چھاؤنی